آج جماعت کی سب سے اہم اور بڑی ذمہ داری دعوت الی اللہ ہے۔ احباب جماعت اور عہدیداران کو دعوت الی اللہ کی تلقین

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ / اگست ۱۹۸۷ء بمقام اوسلو، ناروے)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

یورپ کے چند ممالک کے اس مختصر دورے میں مَیں نے خصوصیت سے اس بات پر نظر رکھی کہ جماعت کو جو بارہا دعوت الی اللہ کی نصیحت کی جاتی رہی ہے اس کا کس حد تک عملاً اثر ظاہر ہوا ہے۔ ہالینڈ میں بھی میں نے اسکا جائزہ لیا، جرمنی میں بھی، ڈنمارک اور سویڈن میں بھی اور اب ناروے آ کر بھی، ملاقاتوں کے دوران بھی اور اس کے علاوہ جماعت سے گفت وشنید کے دوران میں نے اندازہ لگایا کہ ابھی جماعت کی بھاری اکثریت ایسی ہے جو عملاً دعوت الی اللہ کے کام میں مشغول نہیں ہوئی اور اگر یہ کہا جائے کہ پچانوے فیصد جماعت ابھی تک اس کام سے غافل پڑی ہے، عملاً اس کام میں سنجیدگی سے حصہ نہیں لے رہی تو اس میں مبالغہ نہیں ہوگا۔ بعض ممالک میں ممکن ہے یہ نسبت اور بھی زیادہ خراب ہو مگر جن ممالک میں توجہ شروع ہو چکی ہے ان میں بھی بمشکل پانچ فیصد احمدی ایسا ہے جو فی الحقیقت دعوت الی اللہ کا حق ادا کر رہا ہے۔

اس سلسلے میں کچھ تو میں براہِ راست جماعت سے باتیں کرنی چاہتا ہوں اور کچھ امراء اور مربیان اور صدرانِ جماعت اور دیگر عہدیداران کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

جب بھی ایک بات کی ہدایت کی جائے اور تکرار سے کی جائے تو اُسے بھلا دینا جائز

نہیں ہے۔اس خیال سے کہ اب یہ بات پرانی ہوگئی اوراب ہماری جواب طلبی نہیں ہوگی یہ درست بات نہیں ہے۔ جواب طلبی کا اسلامی نظام عام دنیاوی جواب طلبی کے نظام سے مختلف ہے۔ دنیاوی جواب طلبی کے نظام میں تو بعض دفعہ کاغذات داخل دفتر ہو جاتے ہیں، بعض افسروں کو بات بھول جاتی ہے اور انسان ایک نافرمانی کے باوجود پکڑ سے بچ جاتا ہے لیکن اسلام میں جو جواب طلبی کا نظام ہے اس کی رُو سے تو ہر انسان پر فرشتوں کے پہرے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ صبح بھی اور شام بھی خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق انسان کے حالات کا جائزہ درج کرتے رہتے ہیں اور کوئی چیز بھی ان سے مخفی نہیں، کوئی چیز بھی ان کی نظر سے اوجھل نہیں اور کوئی ایسی بات بھی نہیں جس کی ان کو یاددہانی کی ضرورت پڑے۔ چنانچہ جو اہم امور خدا تعالیٰ نے بندے کو کرنے کے لئے کہے ہیں اُن کا ایک سوالنامہ بھی ساتھ ساتھ تیار ہوتا چلا جارہا ہے مختلف حالات کے مطابق اور عملاً ہم جو اس کا جواب پیش کرتے ہیں وہ بھی تیار ہوتا چلا جاتا ہے۔

پس کہنے والا دنیا میں بھول چکا ہو، سننے والا بھول چکا ہو مگر یہ جو خدا تعالیٰ کا آسمانی جواب طلبی کا نظام ہے یہ تو کسی چیز کو نہیں بھولتا اور چونکہ جماعت احمدیہ کا تعلق دنیاوی حکومت سے نہیں بلکہ آسمانی حکومت سے ہے اس لئے یہاں جزا سزا کا نظام بھی آسمانی ہے اگر تو دنیا میں سزا دینی ہوتی کوئی پھر تو جواب طلبی کرنے والے بھول جائیں تو پھر فرق پڑتا اور کئی لوگ سزا سے بچ جاتے۔ اگر خدا تعالیٰ نے فیصلہ کرنا ہے جزا سزا کا تو پھر دنیا والے جواب طلبی کریں نہ کریں، بھول جائیں تب بھی نہ بھولیں تب بھی عملاً کوئی بھی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے ان امور کو جن کا دین سے تعلق ہو نسبتاً زیادہ سنجیدگی سے دیکھنا چاہئے اور زیادہ کوشش اور جدّ وجہد اور ذمہ داری کے ساتھ ان کی ادائیگی کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

یہ دعوت الی اللہ کا پروگرام کوئی معمولی پروگرام نہیں ہے۔ ہم اگلی صدی کے کنارے پر بیٹھے ہیں اور ساری دنیا کو اسلام میں لانے کا تہیہ کر کے ایک سوسال سے جو کوشش کر رہے ہیں ابھی تک ایک سوسال میں کسی ایک ملک میں بھی واضح اکثریت تو درکنار نصف تک بھی ہم نہیں پہنچ سکے۔ دسواں حصہ بھی ابھی تک ہمیں کامیابی نہیں ہوسکی کسی ملک میں۔

تو ساری دنیا کو اسلام میں لانا یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے جو ہمارے کندھوں پر خدا تعالیٰ نے ڈالی ہے۔ اس کے لئے سنجیدگی سے تیاری کرنی ہے اور اس کے سوا اور کوئی حل بھی نہیں

ہے کہ ہم میں سے ہر شخص تبلیغ کرے اور مؤثر تبلیغ کرے اور چین سے نہ بیٹھے جب تک اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کی تبلیغ کو پھل نہ لگنے لگ جائیں۔

تو جہاں تک عہدیداران کا تعلق ہے **ان کو بھولنا نہیں چاہئے ان کی خواہ میں جواب طلبی کروں یا نہ کروں اگر وہ اس بات کو بھول جائیں گے تو جماعت بھی بھول جائے گی۔** عہدیداروں پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خوب یاد رکھیں اور بار بار پلٹ پلٹ کر جماعت کے حالات کو دیکھتے رہیں کہ کس حد تک یہ کام آگے جاری ہے۔ عموماً یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ عہدیداران چند آدمیوں کے نیک کام کو اپنی رپورٹ میں سمیٹتے ہیں اور جس طرح آسٹریلیا کے Obroganees تھے جو خود محنت کر کے چیز اگانے کی بجائے جو قدرت پھل دیتی ہے اس کو سمیٹنے والے لوگ۔ چنانچہ دنیا میں دو قسم کے رزق حاصل کرنے والے ہیں ایک وہ جو اگاتے ہیں محنت کر کے اور پھر پھل کھاتے ہیں جیسے آج کل متمدن دنیا اکثر یہی کر رہی ہے۔ فصلیں کاشت کرتی ہے، پھل والے درخت لگاتی ہے اور پھر جتنا محنت کرتی ہے اتنا اس کا پھل کھاتی ہے لیکن کچھ قومیں جیسا کہ آسٹریلیا کے Obroganees تھے یا ہیں اور کچھ اور ممالک بھی ایسے ہیں جن کو Gatherers کہا جاتا ہے وہ صرف سمیٹنے کا کام کرتے ہیں۔ تو اکثر منتظمین کام سمیٹ رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جہاں دو، چار، دس داعی الی اللہ دے دیئے ان کی رپورٹوں کو سمیٹ کر ان کی رپورٹ بڑی مزین ہو جاتی ہے اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور یہ تاثر دیتے ہیں مرکز کو کہ گویا ساری جماعت بڑا اچھا کام کر رہی ہے اور دیکھیں اتنا اچھا پھل لگ گیا حالانکہ بعض اوقات جو داعی الی اللہ ہیں ان کو بنانے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا ان کو سجانے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا ان کو پہلے سے زیادہ بہتر کرنے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن بعض جگہ ہوتا ہے۔ بعض جگہ جماعت کا سارا نظام ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کر رہا ہوتا ہے، سرپرستی کر رہا ہوتا ہے، ان کے ساتھ مل کر کام کو آگے بڑھا رہا ہوتا ہے۔ تو وہ صاف نظر آ جاتا ہے۔

تو جہاں تک رپورٹیں سمیٹنے کا تعلق ہے رپورٹیں تو کچھ نہ کچھ سج جاتی ہیں لیکن سمیٹنے والے کی ذمہ داری ادا نہیں ہو جاتی۔ اس کا کام یہ ہے کہ خود اپنی زمینیں بنائے، اس کا کام یہ ہے کہ نئی کاشت کی کھیتیاں پیدا کرے، اس کا کام یہ ہے کہ نئے درخت لگائے اور پھر خدا تعالیٰ کے سامنے صاف دل

کے ساتھ پیش ہو کہ اے خدا! اس سال میری محنت کا یہ پھل ہے، میں نے کوشش کی تو نے اپنے فضل کے ساتھ مجھے توفیق عطا فرمائی کہ میں نے تیری راہ میں نئے کھیت اگائے ہیں اور تیری راہ میں نئے باغ لگائے ہیں۔

تو دعوت الی اللہ کے باغ اور کھیت لگانے کا کام یہ عہدیداران کا کام ہے اور یہ محض نصیحت سے نہیں ہوتا، یہ محض یاددہانی سے بھی نہیں ہوتا، یہ ساتھ لگ کر کام سکھانے سے ہوتا ہے۔ بعض عادتیں راسخ کرنے سے ہوتا ہے، بعض لوگوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگانا اور پھر ان کے ساتھ پیار کا تعلق قائم کر کے ان کے دلوں میں کام کی محبت پیدا کرنا، یہ ایک فن ہے اور اس فن کے متعلق قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے ایک نہایت ہی عمدہ اصولی روشنی ڈالی جس سے استفادہ کرنا چاہئے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد خدا تعالیٰ نے قوموں کو زندہ کرنے کا کام کیا تھا۔ وہ قوموں کے نبی تھے بڑے عظیم الشان مقام کے نبی تھے اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے ذریعے میں قوموں کو نئی زندگی عطا کروں گا۔ بڑے عاجز مزاج تھے۔ حیران ہوئے کہ اتنا مشکل کام میں کیسے کرسکوں گا۔ عرض کیا رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (البقرہ:۲۶۱) زندگی تو تو نے ہی بخشنی ہے میں جانتا ہوں میرے ذریعے ہو یا جو بھی تیرا منشا ہے لیکن تو بخشنے والا ہے۔ میں جانتا تو ہوں کہ تو ان قوموں کو زندہ کر دے گا مگر کیسے کرے گا مجھے بتا تو سہی میرے دل کو تسلی دے۔ تو خدا تعالیٰ نے وہ راز ان کو سمجھایا کہ زندہ میں کروں گا لیکن تیرے ذریعے کروں گا۔ فرمایا چار پرندے لے ان کو اپنے سے مانوس کر لے۔ اپنے لئے ان کے دل میں محبت پیدا کر اور ان کے لئے اپنے دل میں محبت پیدا کر۔ جب وہ مانوس ہو جائیں تو ان کو چار مختلف سمت کی پہاڑیوں پر چھوڑ دے پھر ان کو آواز دے، دیکھ کس سرعت کے ساتھ وہ تیری آواز کے اوپر اُڑتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ یہ نئی زندگی بخشنے کا جو نظام ہے خدا تعالیٰ نے خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھایا اور ہمیشہ کے لئے ہمارے لئے نمونے کے طور پر پیش فرما دیا۔

پس ہر مربی، ہر مبلغ، ہر امیر اور ہر صدر اور ہر متعلقہ عہدیدار کو خواہ وہ سیکرٹری اصلاح وارشاد ہو یا جس حیثیت سے بھی اس کام میں اس کا تعلق ہو اس کو چاہئے کہ جماعت کے بعض افراد کو پکڑے اور فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ (البقرہ:۲۶۱) کے طابع ان کو اپنے ساتھ وابستہ کرے۔ اپنے ساتھ ملا کر، پیار

کا تعلق قائم کر کے ان کی تربیت کرے، تھوڑے تھوڑے کام ان کے سپرد کرے پھر ان کو دنیا میں پھیلا دے اور ان کے ذریعے احیائے موتیٰ کا کام لے۔ اس طرح اپنی توفیق کے مطابق اس کی توجہ کو مرکز بدلتا رہے گا۔ آج چار یا آٹھ یا دس نوجوان پکڑے ان کی تربیت کی ان کو کام پر لگا دیا پھر دوبارہ کل آٹھ یا دس یا بیس نوجوان جتنی بھی توفیق خدا بڑھاتا چلائے اس کے مطابق ان کو لیا، ان کی طرف توجہ کی۔ چند مہینے ان کے ساتھ محنت کی، پیار اور محبت کے ساتھ ان کو طریقے سمجھائے اور جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے پھر وہ اپنا کام خود سنبھال لیں گے۔ اس طرح ہر وقت پیشِ نظر پہلے سے بڑھتی ہوئی تعداد رہنی چاہئے۔ مسلسل ذہن میں یہ بات حاوی رہنی چاہئے کہ میری جماعت میں دعوت الی اللہ کرنے والے پہلے سے بڑھے ہیں کہ نہیں بڑھے؟ کیا میں پہلوں پر ہی راضی ہوں یا میں جان کر عمداً کوشش کر رہا ہوں کہ پہلے سے تعداد بڑھتی چلی جائے۔

پھر اس کے علاوہ یہ امر بھی دیکھنے والا ہے کہ جن لوگوں کو تبلیغ کی جاتی ہے ان میں کتنے طبقات ہیں اور کیا ہر طبقے کی طرف ہم متوجہ ہیں کہ نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ بعض اچھی اچھی زمینیں ہیں جو ہمارے ملک میں موجود ہیں ہم ان کی طرف توجہ ہی نہیں کر رہے، جہاں اتفاق سے ایک طرف رُخ ہو گیا بس اسی طرف رخ چل رہا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ نے مختلف ممالک میں مختلف قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں کچھ باہر سے بھیجے ہیں اور ہر طبقے کے اپنے اپنے حالات ہیں۔ ہر طبقہ مزاج کے لحاظ سے یکساں مذہبی نہیں۔ ہر طبقہ اپنی نفسیاتی کیفیت کے لحاظ سے یکساں طور پر ایک نئی دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مختلف طریق درکار ہیں، مختلف قسم کے اسلوب چاہئیں تبلیغ میں۔ چنانچہ آپ جب بھی کسی نئے طبقے کی طرف توجہ کریں گے دوبارہ از سرِ نو مبلغ کو یا امیر کو جو بھی عہدیدار ہے اس طبقے کو ملحوظ رکھ کر نئی محنت کرنی پڑے گی۔ جائزہ لینا پڑے گا کہ جن لوگوں کو میں نے دعوت الی اللہ پر مقرر کیا ہے وہ اس طبقے کو مخاطب ہونے کے لئے تیار ہیں کہ نہیں؟ اس کے لئے جائزہ لینا پڑے گا کہ لٹریچر موجود ہے کہ نہیں؟ کیسٹس موجود ہیں کہ نہیں؟ دیگر معلومات جو گفتگو کے دوران چاہئیں وہ ان لوگوں کو معلوم ہیں کہ نہیں؟ جس قوم کی طرف، جس طبقۂ انسانیت کی طرف توجہ ہے ان کے حالات کے متعلق یہ لوگ آگاہ ہیں کہ نہیں۔

یہاں زمیندار ہیں ناروے میں ان کے حالات اور ہیں شہری لوگوں کے اور ہیں ان کی

مذہبی کیفیت اور ہے شہری لوگوں کی مذہبی کیفیت اور ہے۔ پھر یہاں باہر سے آکر بسنے والے ہیں۔ ان میں عرب ہیں، ان میں سے افریقین ہیں، ان میں ویت نامیز ہیں۔ ایک بہت بڑا طبقہ ویت نام کا آج کل شمالی علاقوں کی طرف رخ کر رہا ہے۔ اسی طرح بعض دیگر مہاجرین ہیں مختلف ممالک کے، سیلون کے مہاجرین ہیں، بعض اور ممالک کے مہاجرین ہیں۔ ان لوگوں کی طرف توجہ کرنا ہے۔ پھر قیدی ہیں کئی جرموں کے نتیجے میں کئی بغیر جرم کے قید ہو جاتے ہیں۔ کئی جرم کر کے قید ہوتے ہیں لیکن قید کے دوران ان کے اندر اصلاح کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت ان کے پاس وقت ہوتا ہے۔ اُس وقت وہ خاص مزاج رکھتے ہیں نیک باتوں کو سننے اور ان پر عمل کرنے کا۔ پھر بیمار لوگ ہیں، ہاسپٹل (Hospital) میں، غریب لوگ ہیں جن کا یا رشتہ داروں کی کمی کی وجہ سے یا بوڑھا ہونے کی وجہ سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کئی مسافر ایکسیڈنٹس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف ایسے طبقے پھیلے پڑے ہیں جن کو ئی زندگی دینے کا کام آپ کے سپرد ہے اور ہر طبقے کو ملحوظ رکھ کر اس کام کو آگے بڑھانا ہوگا۔

جب اتنے طبقے سامنے آجائیں اور ایک مربی پیشِ نظر رکھے کہ ہاں ان سب کو مخاطب کرنا میرا کام ہے تو لازماً اس کے اندر Panic پیدا ہوگی، اس کے اندر خوف و ہراس پیدا ہوگا کہ میرے پاس چار تو گنتی کے آدمی ہیں جو تبلیغ کر رہے ہیں چار یا پانچ ہی تو ہیں جو اپنی رپورٹیں لا کر مجھے دیتے رہتے ہیں، ان کو میں سب جگہ کیسے استعمال کر سکتا ہوں۔ اس لئے اگر وہ اپنی زمینوں کی فکر کرے گا تو اس کے لئے لازماً اور مزدور حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ جس طرح زمین کا کام بڑھتا ہے تو مزدوروں کی تلاش بڑھ جاتی ہے زمیندار کو۔ اس طرح راہِ مولیٰ کے مزدور اس کو تلاش کرنے پڑیں گے کیونکہ خدا کی زمینیں بڑھ گئی ہیں۔

پس ایک کام کی طرف عدم توجہ، دوسرے کام کی طرف سے عدم توجہ پر منتج ہو جاتی ہے۔ ایک کام کی طرف کماحقہ توجہ کریں تو دوسری توجہ خود بخود بیدار ہوتی ہے۔ اسی طرح کام ایک دوسرے کو سہارا دے کر آگے بڑھتے ہیں۔ اس لئے سب سے اہم ذمہ داری کسی ملک کے امیر کی ہے، اُس ملک کے مربی کی ہے اور اس ملک کی مجلس عاملہ کی من حیث المجموع ذمہ داری ہے اور متعلقہ عہدیداران کی ہے، اسی طرح خدام ہیں، انصار ہیں۔ اگر سارے اپنی ذمہ داریوں کو پیشِ نظر رکھ کر

حکمت کے ساتھ مسلسل آگے بڑھیں گے اور جو نصیحت کی جاتی ہے اس کو معمولی سمجھ کے نظر انداز نہیں کریں گے تو دیکھتے دیکھتے جماعتوں کی کایا پلٹ جائے گی۔ بعض دفعہ سنتے ہیں کہتے ہیں ہاں خلیفہ وقت نے کہہ دیا ہے ٹھیک ہے تھوڑی دیر کے بعد یہ بھی بھول جائے گا ہم بھی بھول جائیں گے۔ **میں تو انشاء اللہ نہیں بھولوں گا کیونکہ مجھے خدا یاد کرا دیتا ہے، آپ بھولیں گے تو جرم کریں گے۔ میری تو دن رات کی یہ تمنا ہے، دن رات کی دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے میں کیسے بھول سکتا ہوں۔**

اس لئے اللہ مجھے یاد کراتا رہے گا اور میں یاد رکھوں گا اور یاد آپ کو بھی کراتا رہوں گا لیکن اگر آپ نے غفلت کی وجہ سے اس بات کو بھلایا تو یاد رکھیں آپ خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ **نہ بھولیں نہ بھولنے دیں۔ آج جماعت کی سب سے بڑی سب سے اہم ذمہ داری خدا کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہے** اور اس میں ہم پہلے ہی پیچھے رہ گئے ہیں۔ کون سا وقت رہ گیا ہے ضائع کرنے کا؟

ہر شخص کو تربیت دیں پیار اور محبت سے سمجھا کر آگے بڑھائیں اور جو ایک دفعہ اس میدان کا سوار بن جائے گا وہ پھر آپ کو دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ کام ہی ایسا ہے دنیا والے جس طرح نشہ کرتے ہیں تو نشہ ان کو سنبھال لیتا ہے اسی طرح تبلیغ کا ایسا کام ہے کہ جو نشے سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہے اور تبلیغ کرنے والے کو سنبھال لیتا ہے۔ داعی الی اللہ پھر داعی الی اللہ ہی بنا رہتا ہے اس کو کسی اور کام میں دلچسپی ہی نہیں رہتی، بعض داعی الی اللہ تو اپنے گھر کے حالات بھول جاتے ہیں، اپنے خاندانوں کو بھول جاتے ہیں، دن رات ایک کام کی لگن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں جب احمدیت تیزی سے پھیلی ہے تو یہ وجہ تھی۔ ایسے ایسے صحابہ تھے جن کو اپنے تن بدن کی، کسی اور چیز کی ہوش ہی نہیں رہتی تھی۔ دعوت الی اللہ میں مصروف ہوتے تھے تو ہر دوسری چیز بھول جایا کرتے تھے۔

چنانچہ مغل صاحب، عبدالعزیز صاحب مغل لاہور کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ایک صحابی تھے، ان کے واقعات آتے ہیں کہ بعض دفعہ یہ ہوتا تھا کہ صبح گھر سے سبزی لینے گئے ہیں اور رات بارہ بجے واپس آئے ہیں۔ پتا لگا کہ گاؤں جا کے سبزی لینی شروع کی تو وہیں تبلیغ شروع کر دی، کچھ دکاندار تھے، کچھ آنے والے اکٹھے ہو گئے ایک اڈا بن گیا اور نہ کھانے کی ہوش نہ کسی گھر کا خیال۔ گھر والے بیٹھے انتظار کر رہے ہیں کہ سبزی لے کر آئے تو کچھ پکے اور یہ بارہ بجے رات کے

تھک کے واپس آ رہے ہیں اور پھر بڑے مزے کے ساتھ، بڑے سرور کے ساتھ گھر والوں کو واقعات سناتے کہ آج یہ باتیں ہوئی، یہ باتیں ہوئی اور یہ باتیں ہوئی۔ بڑی تبلیغ کا ان کو موقع ملا۔ کئی خدا کے فضل سے احمدی ہیں، کئی احمدی خاندان ہیں جو ان کے مرہونِ منت ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ قیامت تک ان میں جو نسلیں پیدا ہوں گی وہ ان کا خیال کر کے ان کا نام لے کر ان کو سلام بھیجیں یا نہ بھیجیں خدا کے فرشتے ان کی طرف سے ان کو سلام بھیجتے رہیں گے۔

پس ایسے ایسے عظیم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں پیدا ہوئے انہی کی نسلیں ہیں آج اکثر جن کو ہم احمدیت کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ کچھ نئے آنے والے بھی ہیں لیکن تربیت تو بہر حال انہی کی ہے۔ **ان یادوں کو زندہ کرنا ہوگا، ان رسموں کو زندہ کرنا ہوگا، وہ رواج دوبارہ اپنی زندگی کے رواج بنانے ہوں گے۔ وہ زندہ رہنے کا فیشن ہے جسے ہمیں اختیار کرنا ہوگا پھر ہم زندہ قوم بن سکتے ہیں۔**

اس لئے جو باتیں دوسرے ملکوں میں درست ہیں وہ ناروے میں بھی درست ہیں۔ آپ جماعت سے باہر کوئی الگ جماعت نہیں ہیں۔ آپ کو بھی دعوت الی اللہ کے پروگرام کو اسی طرح ہر سمت میں ہر جہت میں بڑھانا پڑے گا۔

تعلیم اور تربیت کا کام جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے علمی پہلو سے بڑھ کر محبت اور پیار کے تعلق کے قیام کے ذریعے ہوتا ہے۔ جس طرح مرغی اپنے پروں کے نیچے لیتی ہے بچوں کو اور وہی اس کی تربیت ہے۔ جماعت کو اپنے پروں کے نیچے لینے کی عادت ڈالنی پڑے گی عہدیداروں کو اور پروں کے نیچے لے کر پروں میں سمیٹنے کی صرف نہیں، طاقت دے کر پھر آگے چھوڑنے کی، پھر اڑنے کی مشق کرانے کی، پھر آزاد زندگی گزارنے کی۔ یہ ہے وہ تربیت جو دعوت الی اللہ کی تیاری کے لئے ضروری ہے۔ جس کا راز ہمیں فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ نے بتا دیا کہ اے ابراہیم! میں تیرے لئے ضرور قوموں کو زندہ کروں گا، زندہ میں ہی کرتا ہوں لیکن تجھے وہ کرنا ہوگا جو میں تجھے بتاتا ہوں۔ محبت اور پیار سے پرندوں کو پکڑ اور اپنے ساتھ لگا لے اپنی محبت ان کے دل میں پیدا کر اور پھر ان کی تربیت کر پھر دیکھ کس طرح وہ تیری آواز کے تابع وہ سارے کرشمے کر کے دکھائیں گے جو تو ان سے توقع رکھے گا۔

اس سلسلے میں جہاں تک علمی پروگرام کا تعلق ہے ہم اس کے مکمل ہونے کا انتظار نہیں

کر سکتے ۔ ایک مربی کو جامعہ میں تربیت دینے کے لئے سات سال لگ جاتے ہیں اور جب وہ نکلتا ہے تو ابھی کچا ہوتا ہے۔مختلف میدانوں میں جب اس سے مقابلہ کروایا جاتا ہے تو اس وقت محسوس ہوتا ہے کہ سات سال کی تعلیم کے باوجود، بعض دفعہ بڑے نمایاں نمبر حاصل کرنے کے باوجود عملی میدان میں جب پڑتا ہے تو کئی قسم کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وقت پر بات بھول جاتی ہے، گفتگو کا سلیقہ یاد نہیں رہتا، دلیل یاد بھی تھی تو اس وقت الٹی پلٹی دلیل شروع ہو جاتی ہے جو طریقے اور داؤ کے مطابق نہیں ہوتی ۔علم ہے مگر استعمال درست نہیں لیتا۔ کہیں نئے اعتراض آتے ہیں تو آدمی حیران اوسان ہو جاتا ہے کہ اوہو! اس کا جواب تو میں نے کتاب میں پڑھا کوئی نہیں تھا۔

تو عملاً جو تبلیغ ہے وہ علمی تبلیغ سے کچھ مختلف ہو جایا کرتی ہے اور محض علمی تیاری بھی اگر آپ کی کرائی جائے تو میں نے بتایا ہے Whole Time سات سال کا کورس کرنا پڑے گا۔اب کہاں جماعت اتنی توفیق رکھتی ہے، کہاں اتنا صبر ہے ہمیں کہ ہر شخص کے لئے سات سات سال کے کورس کریں اور پھر توقع رکھیں کہ وہ تبلیغ کرے۔لیکن عملاً تجربہ میں اگر فوراً داخل ہو جائیں اور توکل رکھیں اللہ تعالیٰ پر اور دعا کریں تو اتنے لمبے علم کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ خود مربی بن جاتا ہے خدا تعالیٰ خود معلم ہو جاتا ہے۔ایک داعی الی اللہ اگر خالصةً للہ، اللہ کی محبت میں کام شروع کرتا ہے، اس پر توکل کر کے کام شروع کرتا ہے تو بسا اوقات خدا اس کی ایسی ایسی حیرت انگیز رہنمائی فرماتا ہے کہ اُسے پتا ہی نہیں ہوتا کہ کس طرح اس کو یہ دلیل ذہن میں آئی اور کس طرح خدا تعالیٰ نے اس کو عظیم الشان غلبہ عطا کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جہلاء کو بھی اللہ تعالیٰ بڑے بڑے علماء پر غلبہ عطا کر دیا کرتا تھا۔ اس لئے کہ وہ نیک اور مخلص اور متقی لوگ تھے اپنے علم پر توکل کرنے والے نہیں تھے بلکہ خدا تعالیٰ کے سہارے اس کے فضل پر توکل کرنے والے تھے اور سارے علموں کا سرچشمہ خدا ہے، وہی گُر سکھاتا ہے کہ کیسے تم غالب آؤ۔ حضرت موسیٰ جب فرعون سے گفتگو کر رہے تھے تو قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ بار بار آپ کی توجہ خدا کی طرف مبذول ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کو جوابات سکھاتا چلا جا رہا تھا کہ یہ جواب دو، یہ جواب دو، یہ جواب دو۔

اس لئے وہی خدا ہے ہمارا۔ وہ آپ کی بھی اسی طرح پرورش کرے گا، آپ کی بھی اسی طرح سرپرستی کرے گا۔اس لئے علم کی کمی کو عذر نہ رکھیں، علم کی کمی کا بہانہ لے کر میدان سے نہ بھاگیں ۔ جو

کچھ آپ کے پاس ہے وہ خدا کے سپرد کر دیں پھر دیکھیں خدا اپنا حصہ کتنا ڈالتا ہے۔ یہ بات میں وسیع تجربے کے بعد کہہ رہا ہوں۔ جو احمدی بھی لاعلمی کے باوجود تبلیغ کے میدان میں کودتے ہیں ہر قسم کے دشمن سے واسطے کے باوجود کبھی بھی خفت محسوس نہیں کرتے، کبھی خدا ان کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔

پھر آج کل کے زمانے میں تو بہت سے ایسے نئے ذرائع ایجاد ہو گئے ہیں جس سے تبلیغ کی اہلیت کی کمی یا زبانیں نہ جاننے کا نقص بڑی آسانی سے دور ہو جاتا ہے۔ کیسٹس ہیں ان میں عربی کے سوال جواب کے پروگرام بھی درج ہیں، عربی کے لیکچر بھی درج ہیں مختلف مسائل کے اوپر، ٹرکش زبان میں کیسٹس ہیں اور دنیا کی افریقین اور دیگر ایشیائی زبانوں اور بعض مغربی زبانوں مثلاً انگریزی، فرنچ، جرمن ان سب میں ہمارے پاس کیسٹس موجود ہیں۔ وڈیوز بھی ہیں، آڈیوز بھی ہیں لیکن اکثر مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ مبلغین نے یا جو ملکی عہدیداران تھے اُنہوں نے جماعت میں ان باتوں کی تشہیر نہیں کی ہوئی۔ بار بار یاد نہیں کرایا کہ ہمارے پاس یہ سب کچھ موجود ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض دفعہ ایک احمدی کا کسی ٹرک (Turk) سے واسطہ پڑتا ہے یا کسی ویت نامی سے یا کسی اور سپینش سے مثلاً واسطہ پڑتا ہے تو مجھے خط لکھتا ہے کہ میں کیا کروں؟ میرے پاس کیسٹس نہیں ہیں، میرے پاس لٹریچر نہیں ہے۔ اب میرے ساتھ اور کئی آدمیوں کا وقت اس بات میں استعمال ہوتا ہے، میں ضائع تو نہیں کہہ سکتا یہ تو اچھی جگہ استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے بغیر بھی اس کا کام چل سکتا تھا اور ہمارا وقت بچ سکتا تھا۔ اگر مربی نے پہلے سے بتایا ہوا ہوتا کہ یہ کیسٹس تو مرکز ہمیں مدت ہوئی بھیج چکا ہے اور اگر مرکز نے نہیں بھیجی تھی تو مربی کا کام تھا مجھے لکھتا اور بتاتا کہ اس مضمون پر مجھ سے مطالبہ کیا گیا میں نے جائزہ لیا ہمارے پاس کوئی ایسی کیسٹ نہیں حالانکہ مرکز میں یہ انتظام ہے اور سارے ملکوں کو ہدایت ہے کہ اپنی زبان میں جو کیسٹس وہ تیار کرتے ہیں وہ دوسرے ملکوں کو بھجوائیں تا کہ دنیا کے ہر ملک میں ہر زبان کی لائبریری قائم ہو جائے لیکن وہ ہو سکتا ہے اس لئے شکایت نہ کرتے ہوں کہ خود جو کیسٹس بناتے ہیں وہ آگے نہیں بھجواتے۔ اگر یہ احساس ہو کہ جو ہم نے کام تیار کیا ہے اس سے ساری دنیا استفادہ کرے تو پھر دنیا سے استفادہ کرنے کا حق بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر کوئی نہ ان کو فائدہ پہنچا رہا ہو تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو بھجوا رہے ہیں باہر سے کوئی کیسٹ ہمیں نہیں ملتی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اس طرف سے۔ خواہ مخواہ کیوں اتنا بوجھ اُٹھایا جائے کہ پھر اور

مصیبت بنی رہے ہر طرف سے پھر مطالبے ہوں گے، پھر کیسٹ کو Duplicate کروانا ہوگا پھر آگے تقسیم کرانا ہوگا۔ تو کسی ملک میں کوئی کمزوری نظر آرہی ہے، کسی میں کوئی کمزوری نظر آرہی ہے اور جماعت کو پوری طرح آگاہ نہیں رکھا جارہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا کیا ہتھیار مہیا فرما دیئے ہیں۔

جہاں استفادہ ہوتا ہے اور جرمنی میں بہت حد تک ہوتا ہے وہاں بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے زیادہ سے زیادہ دس فیصد داعی الی اللہ بنے ہوں گے اس سے زیادہ نہیں۔ مگر جو کرتے ہیں وہ ایسے ایسے لوگ ہیں جن کو جرمن زبان یا ٹرکش زبان تو کیا اُردو بھی نہیں ٹھیک آتی۔ ایک خط میں اُردو کے ساتھ دس پندرہ پنجابی کے لفظ ملا کے لکھتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اللہ ان کو پھل عطا فرما رہا ہے۔ ان کی تبلیغ کو پھل لگ رہے ہیں بعض ایسے آدمی جن کو کسی چیز کا بھی زیادہ علم نہیں۔ عربوں کو تبلیغ کر کے، ان کو کامیابی کے ساتھ تبلیغ کر کے ان کو احمدی بنا چکے ہیں۔ بعض ٹرکس (Turks) کو احمدی بنا چکے ہیں۔

ابھی جب میں جرمنی میں ایک دن کے لئے ٹھہرا تھا ہمبرگ میں۔ وہاں اسی طرح ایک احمدی دوست تھے حالانکہ ان کو ٹرکی زبان نہیں آتی ایک ٹرک (Turk) کو لے کر آئے ہوئے تھے، جو اپنی مسجد کا عالم تھا اور بڑا با اثر انسان تھا، اس کو لے کر آئے اور پتا یہی چلا کہ وہ ٹرکی زبان کی کیسٹس کے ذریعے کچھ اشاروں سے کچھ اپنے محبت کے اظہار کے ذریعے اس سے تعلق قائم کر چکے تھے اور وہ آیا اور اس نے ملاقات کے دوران بار بار یہ اظہار کیا کہ اب میں باہر نہیں رہوں گا میں بیعت کر کے سلسلے میں داخل ہوں گا اور نہایت ہی محبت سے اس کا چہرہ جو تھا تمتما رہا تھا۔

تو ایک عام آدمی جس کو ایک زبان ہی نہیں آتی، اس کو زیادہ دینی علم بھی نہیں ہے اس کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرما دی اس لئے کہ اس کا جذبہ خلوص سچا تھا، اس لئے کہ اس کے دل کے بے قرار تمنا تھی، اس لئے کہ وہ دعا کرتا تھا اور پھر ایک خوبی جو ہر داعی الی اللہ میں ہونی ضروری ہے وہ اس میں موجود تھی کہ زبان کا میٹھا تھا۔

علم سارا بیکار ہو جاتا ہے اگر ایک انسان مشتعل مزاج ہو، اگر مغلوب الغضب ہو تو دنیا کے کسی کام کا بھی نہیں رہتا۔ خصوصاً اس وقت جب غیر سے مقابلہ ہو اُس وقت تو بہت ہی زیادہ تحمل ہونا چاہئے۔ اپنے جذبات پر کنٹرول اور حوصلے سے اس کی دشمنی کی بات کو سننا اور پھر محبت اور پیار سے اس کو سمجھانا اور جواب دینا یہ وہ ایسا ایک سلیقہ ہے تبلیغ کا جو اگر کسی کو آجائے تو بہت بڑے بڑے

عالموں پر وہ حاوی ہوسکتا ہے۔

تبلیغ میں دماغ سے زیادہ دل جیتنے ہوتے ہیں اس نقطے کو یاد رکھنا چاہئے۔ جب دل جیت لئے تو تین چوتھائی کام وہیں ختم ہو گیا پھر دماغ جیتنا کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا عظیم اور ایسا غالب کلام عطا کیا ہے کہ وہ علمِ کلام بڑوں بڑوں پر غالب آجاتا ہے۔صرف دشمنی کا جذبہ یا نفرت اس کے درمیان میں حائل ہوتی ہے آپ اگر کسی سے محبت اور پیار سے اس کا دل جیت لیں تو جو باتیں اس کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کے درمیان حائل تھیں، وہ دیوار جو بیچ میں کھڑی تھی وہ ختم ہو جاتی ہے۔

پس اپنی زبان کو سلیقہ دیں، اپنے دل کو سلیقہ دیں۔ دل میں مٹھاس پیدا کریں اور زبان سے جو بات نکلے وہ دل کی مٹھاس ہو۔ اپنے اندر عجز اور انکسار پیدا کریں تو پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی دعوت الی اللہ کو کتنی عظیم الشان برکت ملتی ہے۔ دیکھتے دیکھتے دل فتح ہونے شروع ہو جائیں گے اور سب سے آخر پر لیکن سب سے اہم یہ کہ دعا کی طرف میں پھر متوجہ کرتا ہوں۔

دعوت الی اللہ کی ہر منزل پر دعا کی عادت ڈالیں۔ تبلیغ کے دوران دعا کریں گھر جا کر دعا کریں، اپنے بچوں کو کہیں کہ دعا کرو۔ اگر آپ اس سنجیدگی کے ساتھ دعوت الی اللہ کی طرف توجہ کریں گے اور اپنا دل بیچ میں ڈال دیں گے، اپنی معصوم اولاد کو بھی ساتھ شامل کریں گے اور جذبے کے ساتھ ان کو کہیں گے کہ خدا کے لئے میری مدد کرو۔ میرا دل چاہتا ہے مگر میں مجبور اور بے اختیار ہوں میرا بس نہیں چل رہا۔ پھر دیکھیں کہ خدا ان معصوم بچوں کی دعائیں آپ کے ساتھ شامل کرے گا۔ کتنی عظیم الشان طاقت پیدا ہو جائے گی آپ کے الفاظ میں۔ آپ قوموں کو فتح کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں لیکن قوموں کو محبت اور پیار کے غالب جذبے اور دعاؤں کے ذریعے آپ نے فتح کرنا ہے۔ یہ سلیقے سیکھنے ہیں اور یہ سلیقے اپنی اولاد کو سکھائیں۔ دیکھتے دیکھتے جماعت کی کایا پلٹ جائے گی، نئی زندگی پیدا ہوگی، نئی روحانیت آپ کو عطا ہوگی۔ پھر یہ شکایتیں نہیں ہوں گی کہ فلاں احمدی باہر سے آیا تھا اس نے فلاں گندگی شروع کر دی، فلاں باتیں اس نے اختیار کر لیں جماعت کی بدنامی کا موجب بنا۔

ایسی جماعت جو پھیل رہی ہو چاروں طرف جہاں نئے نئے لوگ داخل ہو رہے ہوں وہاں

تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایسا روحانی ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ تربیت کی ضرورت ہی کوئی نہیں پڑتی، تربیت خدا خود کرنے لگ جاتا ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کے ان باتوں کو آپ پلے باندھیں گے اور یہ نہیں ہوگا کہ میں اگلے سال آؤں تو پھر ویسی ہی حالت میں دیکھوں۔ بدلتی ہوئی حالتوں میں زندہ قومیں چلا کرتی ہیں، ایک حال پر نہیں کھڑی رہا کرتیں۔ اس لئے آپ کو ہمیشہ ہر لحاظ سے آگے سے ترقی کرنی چاہئے اور میں جانتا ہوں کے ایک سال میں ناممکن ہے سوائے اس کے کہ اللہ معجزہ دکھائے، ناممکن ہے کہ نوے فیصد آدمی جو داعی الی اللہ نہیں وہ داعی الی اللہ بن جائیں لیکن یہ ضرور ممکن ہے کہ داعیین الی اللہ کی تعداد دگنی ہو جائے اگر دس تھے تو بیس ہو جائیں اگر بیس تھے تو چالیس ہو جائیں۔

پس اپنی توفیق کے مطابق کام کریں آپ کی توفیق سے بڑھ کر میں آپ پر بوجھ نہیں ڈالتا کیونکہ خدا بھی نہیں بوجھ ڈالتا لیکن اگر آپ اپنی توفیق کے مطابق کام کریں تو **خدا نے آپ کو بہت بڑے بڑے بوجھ اُٹھانے کے قابل بنایا ہے۔ اگر خدا نے آپ کو بڑے بوجھ اُٹھانے کے قابل نہ بنایا ہوتا تو ساری دنیا کا بوجھ ہرگز آپ کے کندھوں پر نہ ڈالتا۔ اپنی عظمت کو سمجھیں، اپنی خوابیدہ قابلیتوں کو سمجھیں، آپ میں وہ طاقتیں موجود ہیں جنہوں نے دنیا کی تقدیر بدلنی ہے۔** یہ احساسِ خود اعتمادی پیدا کریں۔ پھر جب دعا کے ذریعے اور توکل کے ذریعے آپ کام کریں گے تو انشاء اللہ عظیم الشان کام آپ دنیا میں کر کے دکھائیں گے۔ اللہ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

آج دو مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب ہوگی۔ ایک تو ہمارے ایک شہید دوست مکرم رشید احمد صاحب بٹ آف کنڈیارو کے بیٹے تھے، مبارک احمد ان کا نام تھا۔ ان کے والد رشید احمد صاحب بٹ کو 1974ء میں شہید کیا گیا تھا۔ ان کا وصال احمدیت کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ جو آج کل کراچی اور حیدر آباد وغیرہ میں فسادات ہو رہے ہیں ان کے نتیجے میں ہوا ہے۔

نہایت ہی ہمارے ملک کی ایک بدبختی ہے کہ ایسا منحوس سایہ اوپر آیا ہوا ہے کہ ہر طرف ملک پھٹتا چلا جا رہا ہے۔ پہلے مذہب میں نفاق شروع ہوا، مذہبی نقطہ نگاہ سے پھٹنے لگے۔ اب قومی نقطہ نگاہ سے ملک پھٹتا چلا جا رہا ہے اور دن بدن حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ تین دن

پہلے کراچی میں فرقہ وارانہ فسادات مذہبی نقطہ نگاہ سے نہیں بلکہ قومی نقطہ نگاہ سے ہوئے اور مہاجر سندھی اور پنجابی پٹھان یہ دوگروہوں میں بٹے ہوئے لوگوں کے درمیان فساد ہوئے۔ اُس کا ردّعمل حیدرآباد میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ حیدرآباد میں جتنے پنجابی تھے ان کی دکانوں پر حملے ہوئے اور ان کو لوٹا گیا اور کام کرنے والوں کو قتل کیا گیا۔ چنانچہ یہ فرنیچر کی دکان میں ملازم تھے ان کے مالک کو بھی اور ان کو بھی گولی مار کر شہید کر دیا گیا اور یہ بڑے ہی دردناک واقعات ملک میں ہو رہے ہیں اس میں احمدی غیر احمدی کا فرق نہیں، ہمارے ہم وطن سارے ہی بڑے دکھ اُٹھا رہے ہیں اس لحاظ سے اور ہر طرف نفرتیں پھیلا دی گئی ہیں جو ایسی نفرتیں ہیں جو آگے بڑھنے والی ہیں۔ ایک انتقام کی کاروائی دوسرے انتقام کو پیدا کر دیتی ہے۔ دوسرے انتقام کی کاروائی تیسرے کو پیدا کر دیتی۔ وہ جہالت کا دور جس کی طرف ایک ڈکٹیٹر (Dictator) نے ملک کو واپس کیا تھا چودہ سو سال پہلے کچھ اس سے بھی پہلے یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تحقیر اور تذلیل کا ظالمانہ دور، وہی دور ان کو اس سے بھی پہلے لے گیا ہے۔ اب عرب جہالت کے زمانے کی طرح یہ ایک دوسروں سے قوموں کے لحاظ سے بٹ رہے ہیں اور اسی طرح انتقام کی کاروائیاں ایک دوسرے کے خلاف کر رہے ہیں جس طرح آپ تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے کے جاہلیت کے دور میں یہ باتیں ہوا کرتی تھیں۔

تو خدا کی تقدیر بتا رہی ہے کہ اگر تم نے جہالت ہی کو اپنے لئے پسند کیا ہے تو جہالت کی تو اور بھی قسمیں ہیں اور نہ ختم ہونے والی جہالت کے سائے ہیں قِسماقسم کے ایک سے دوسرا تاریک تر جن کی طرف اب بعض ظالم لیڈر قوم کو لے کے آگے بڑھ رہے ہیں۔ تو جہاں ان کی نمازِ جنازہ ہوگی مبارک شہید کی وہاں ساری قوم کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے ۔ یہ حالات اچھے نہیں ہیں بڑے ہی خطرناک ہیں اللہ رحم فرمائے۔ ہمیں تو کوئی انتقام میں دلچسپی نہیں۔ ہمیں تو اس بات میں دلچسپی ہے کہ قوم ہدایت پائے اور امن حاصل ہو اور جس ملک کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا وہ اسلام کا گہوارہ بنے۔ اس لئے ہمیں ہرگز کسی فساد سے خوشی یا اطمینان کی کوئی ضرورت نہیں ہے نہ ہوسکتا ہے کسی احمدی کو۔ ہمیں تو ہر فساد سے تکلیف ہوتی ہے اس لئے دعا کریں اللہ اس ملک کو امن بھی نصیب کرے۔

دوسرا جنازہ ہمارے (سابق) مربی اظہر احمد صاحب مبلغ ناروے کی پھوپھی کا ہے جو ایک نیک خاتون تھیں اور ہمارے مبلغ کی پھوپھی تھیں اس لحاظ سے ان کی نماز جنازہ بھی نماز جمعہ

کے معاً بعد ہو گی۔